

اُردو آپ بیتی کی روایت، اسلوب اور اولین نقوش ایک تحقیقی جائزہ

اطہر تقسیم*

Abstract:

Urdu Autobiography achieved the status of creative art at the end of 19th century. Before this, biographical notes and diaries of kings of Hindustan written in Persian Language became the source for the development of this genre. The discussion about personal details of life and bio data of renowned poets of Urdu had been written in Persian Language. In the writings of kings, there was nothing except the adventures of their personal life and details about the circumstances of Royal Palace. Furthermore, even the poetry of that era reveals the inflated merits of kings just to appease them and to seek their favour where as all the aspects of public life were utterly ignored. In 20th century there are so many remarkable autobiographies written before and after partition which gained popularity for their eloquent style.

There are different opinions about first autobiography in Urdu. In the present article, it has been critically analyzed that which autobiography has firstly been written in Urdu language. From beginning to 21st century, approximately four hundred autobiographies written by literary celebrities and non-literary writers such as high military officials, politicians and bureaucrats. A brief review of these autobiographies is also being reproduced in the following lines.

’آپ بیتی‘ نثری ادب کی ایک معروف اور معتبر صنف ہے۔ اس کے تحت مشاہیر اپنی زندگی کے نشیب و فراز کی داستان، بلا کم و کاست بیان کرتے ہیں گویا آپ بیتی میں مصنف یادوں کے جھروکوں سے عمر رفتہ کے اُن واقعات، مشاہدات اور تجربات کو منتخب کرتا ہے، جنہیں اُس کی زندگی میں اہمیت حاصل رہی ہوتی ہے۔ کتاب زندگی کے بے شمار اوراق میں سے چند اوراق کا انتخاب یقیناً ایک کٹھن مرحلہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ واقعات کے اعتبار سے

* اُستاد شعبہ اُردو، گورنمنٹ ڈگری کالج سیٹلاٹ ٹاؤن، راولپنڈی۔

عمدہ آپ بیتی وہی قرار پاتی ہے جس میں مصنف واقعات کے ضمن میں حسن انتخاب سے کام لے۔
بقول ڈاکٹر تحسین فراتی:

”جی آپ بیتی تو انکشاف ذات کا عمل ہے۔ اپنے آپ اور اپنے ابنائے جنس سے بھرپور تعارف کا عمل۔ جذبات کے ہزار رنگ تنوع میں بھی ایک درجے میں ہم رنگی و ہم آہنگی ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دوسروں کی آپ بیتی، اپنی آپ بیتی لگتی ہے۔ یہ تو اونچے اور برف پوش پہاڑوں کا بلاوا ہے جن تک پہنچنا مشکل لیکن جن تک پہنچ کر ایک نئے اور سچے منظر نامے اور حقائق کی ایک رفیع دنیا سے آشنائی ہوتی ہے۔“ (۱)

انکشاف ذات کا رجحان زمانہ قدیم سے انسانی سرشت کا حصہ رہا ہے۔ اُردو نثر میں اس کے ابتدائی نقوش صوفیائے کرام کے ملفوظات میں نظر آتے ہیں۔ آپ بیتی لکھنے کی روایت فارسی ادب میں بہت پہلے سے موجود تھی۔ قدیم ہند میں اس صنف ادب کا کوئی باقاعدہ رواج نہیں تھا۔ آپ بیتی کی روایت مسلم حکمرانوں کے ذریعے ہندوستان کے ادب میں شامل ہوئی۔ باہر سے آنے والے حکمرانوں میں امیر تیمور اور ظہیر الدین بابر نے اپنے حالات زندگی قلمبند کیے۔ اُن کی ان کاوشوں سے ایک تو اُس عہد کے بارے میں حقائق سامنے آئے، دوسرا ہندوستانی ادب میں باقاعدہ آپ بیتی لکھنے کا رجحان پیدا ہوا۔ اگرچہ اُس دور میں لکھی گئی تزکات آپ بیتی کے زمرے میں نہیں آتیں تاہم انہیں آپ بیتی کی ابتدائی شکل قرار دیا جاسکتا ہے۔

روزناموں، سفرناموں، تذکروں اور تاریخوں سے قطع نظر جن میں مصنفین کے ذاتی و سوانحی خودنوشتہ حالات کی جزوی طور پر عکاسی نظر آتی ہے، مستقل بنیادوں پر آپ بیتی لکھنے کی روایت اُردو میں ۱۸۲۰ء میں شروع ہوئی تھی، جب پتہ سگھ نے خودنوشت یادداشتیں تحریر کیں۔ ڈاکٹر معین الدین عقیل کی تحقیق کے مطابق یہ روایت وسط انیسویں صدی کے بعد قدرے عام ہوتی نظر آتی ہے۔ فارسی میں یہ روایت موجود تھی اور اُردو میں آپ بیتی کی روایت کے آغاز کے باوجود، انیسویں صدی کے اختتام تک برقرار رہی۔

میر تقی میر نے فارسی میں اپنی خودنوشت ”ذکر میر“ کے عنوان سے اٹھارویں صدی کے نصف آخر میں لکھی۔ اس عظیم شاعر کی خودنوشت نے اُردو آپ بیتی کی روایت پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ میر تقی میر کی آپ بیتی کے بعد عرصہ دراز تک اس صنف کی جانب کوئی توجہ نہ دی گئی۔ اگرچہ اس کے دھندلے دھندلے نقوش فورٹ ولیم کالج کے مصنفین کی تالیفات کے دیباچوں وغیرہ میں مل جاتے تھے تاہم آپ بیتی ایک باقاعدہ صنف کی صورت میں بہت بعد میں سامنے آئی۔

آپ بیتی کی ذیل میں وہی تصانیف رکھی جاسکتی ہیں جن میں مصنفین نے اپنے قلم سے اپنے حالات

زندگی لکھے ہوں بقول ڈاکٹر سلیم اختر:

”خودنوشت کی صورت میں فرد کو اپنی شخصیت سے باہر نکل کر غیر متعلق اور غیر جانبدار مبصر کی مانند مشاہدہ ذات کے عمل سے گزرنا ہوتا ہے، گویا دُور بین لگائے، دوسرے سیارہ کی مخلوق کے انداز و اطوار ضبطِ تحریر میں لا رہا ہو اور یہی سب سے زیادہ مشکل (مگر ناممکن نہیں) ہے۔ اس لئے کہ ہر شخص اس خوش فہمی میں مبتلا ہے کہ میں ذات و صفات کے لحاظ سے منفرد ہوں تو انداز و اطوار کے لحاظ سے یکتا۔“ (۲)

آپ بیتی لکھنے کا مقصد انکشافِ ذات ہے یہ اُسی صورت ممکن ہے جب آپ بیتی نگار سچائی سے کام لے۔ آپ بیتی میں مصنف چونکہ مصنف کے فرائض بھی سرانجام دے رہا ہوتا ہے اسلئے قارئین بھی اُس سے سچائی کی توقع رکھتے ہیں۔ جہاں کہیں سچائی کا دامن چھوٹ جائے وہاں آپ بیتی فن کی بلندیوں تک نہیں پہنچ پاتی۔ آپ بیتی نگار اگر یہ سوچتا ہے کہ اظہارِ ذات کے حوالے سے حقائق بیان کر دینے سے معاشرے میں اُس کی شخصیت مجروح ہو جائے گی تو پھر اُسے اپنی داستانِ حیات رقم ہی نہیں کرنی چاہئے۔ کوئی بھی شخص زندگی کے واقعات لکھنے کا پابند نہیں۔ آپ بیتی لکھنے کے لئے مصنف کا ارادہ ہی اولین شرط ہے۔ البتہ ہر شخص کو اپنی کہانی لکھتے ہوئے اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ واقعات پوری صداقت کے ساتھ بیان کیے جائیں لیکن عام طور پر آپ بیتیوں کے تنقیدی مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ معیاری اور فنی لحاظ سے مکمل آپ بیتی ابھی تک منظرِ عام پر نہیں آسکی۔ تحریروں میں خودستائی، مبالغہ آرائی، کذب بیانی، داستانِ طرازی کا رجحان عام پایا جاتا ہے۔ ذاتی زندگی کے بارے میں تمام جزئیات و تفصیلات بیان کرنا خاصا کٹھن مرحلہ ہے جو کسی بھی لکھنے والے سے پوری طرح طے نہیں ہو پارہا۔ مشرقی ادب میں لکھی گئی آپ بیتیوں میں صیغہ واحد متکلم اتنی کثرت سے استعمال ہوا ہے کہ ہر آپ بیتی نگار زنگیت کا مریض نظر آتا ہے۔ اُردو ادب میں لکھی گئی آپ بیتیوں کا فنی و موضوعاتی حوالے سے تجزیہ کرتے ہوئے ڈاکٹر وزیر آغا یوں رقمطراز ہیں:

”ہر وہ ادیب جو ساٹھ کے سنگِ میل کو عبور کرنے میں کامیاب ہوا اُس نے اپنے نجی کوائف کی تشہیر کو اپنا فرض سمجھ لیا۔ اس سلسلے میں دو طرح کی آپ بیتیاں ظہور میں آئیں۔ ایک قسم تو اُن آپ بیتیوں کی تھی جو کہنے کو تو آپ بیتیاں مگر اصلاً جگ بیتیاں تھیں۔ یعنی جن میں مصنف نے خود کو مرکزِ دو عالم بنا کر پیش کیا تھا اور یہ باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ موصوف کی زندگی کے دوران اس کا اپنا ملک ہی نہیں، دوسرے ممالک بھی، بلکہ بعض موقعوں پر تو پوری کائنات ہی اُن کی ذات کو مرکز بنا کر گھومتی رہی تھی۔ یوں اُن لوگوں نے زیادہ تر اپنے عہد کے واقعات اور سائنات ہی کو موضوع بنایا۔ ہر چند کہ اپنے حوالے سے ایسا کیا۔ دوسری قسم اُن آپ بیتیوں کی تھی جن میں مصنف نے اپنی ذات کو

دریافت کرنے کی کوشش کی، یعنی محض اپنے بارے میں وہ سب کچھ بیان نہیں کیا جس کا اُسے پہلے سے علم تھا بلکہ اپنی زندگی کے کوائف، خاص موقعوں پر اپنا ردِ عمل، نیز اپنی نگارشات، رشتوں، ناتوں، دوستیوں اور دشمنیوں کے ”اندراج“ کے اندر سے اپنا آپ دریافت کرنے کی کوشش کی۔ لہذا یہ آپ بیتیاں خود مصنف کے لئے بھی ایک انکشاف کا درجہ اختیار کر گئیں۔ بہر حال آپ بیتیوں کی یہ دونوں اقسام فرد کے ہاں اثباتِ ذات ہی کی کاوشیں تھیں اور ایک خاص دور میں ان کا وجود میں آنا یقیناً باہر کے مخصوص حالات و واقعات سے بھی ایک بڑی حد تک منسلک تھا۔“ (۳)

بلاشبہ ”آپ بیتی“ ایک سخت، دشوار اور قوتِ فیصلہ کو متزلزل کر دینے والی چیز ہے اور وہ ایمانداری، تجزیاتی نظر، خود آگاہی اور واقعیت پسندانہ دیا ننداری سے عاری ہو سکتی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اگر دنیا میں جھوٹ بولنے والوں کی تعداد زیادہ ہے تو سچ بولنے والوں کا بھی فقدان نہیں ہے۔

ابتدا سے عہدِ حاضر تک سینکڑوں آپ بیتیاں منظرِ عام پر آچکی ہیں لیکن اُردو کی پہلی آپ بیتی کے حوالے سے متضاد آراء ملتی ہیں۔ ’نقوش لاہور کے آپ بیتی نمبر میں علم الدین سا لک لکھتے ہیں: ”سب سے پہلی آپ بیتی جو اردو زبان میں لکھی گئی وہ جعفر کی ’کالا پانی‘ ہے۔“ (۴)

اُردو زبان میں لکھی گئی پہلی آپ بیتی کے حوالے سے عبدالمجید قریشی کی رائے یہ ہے کہ ”نواب صدیق حسن خان کی آپ بیتی کے بعد مولانا محمد جعفر تھانیسری کی مشہور و معروف آپ بیتی ’کالا پانی‘ شائع ہوئی۔“ (۵)

اس رائے کی روشنی میں نواب صدیق حسین خان کی آپ بیتی ”البقا لمنن بالقا لجن“، کو اردو زبان کی پہلی آپ بیتی قرار دیا جاسکتا ہے۔ جبکہ علم الدین سا لک کی رائے میں مولانا جعفر تھانیسری کی آپ بیتی ”توارخ عجیب“ یعنی ”کالا پانی“، کو اولین آپ بیتی قرار دیا گیا ہے۔ دونوں کا سنہ اشاعت عموماً ۱۸۸۵ء ہی تصور کیا جاتا ہے۔ سنہ اشاعت کے حوالے سے محققین شاید زیادہ گہرائی میں نہیں جاسکے حالانکہ ”کالا پانی“ کے آخری صفحات سے اس آپ بیتی کے صحیح سنہ اشاعت کا اندازہ لگایا جاسکتا تھا۔

مولانا جعفر تھانیسری نے ایک مجاہد آزادی کی حیثیت سے کالا پانی میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں لیکن ان کٹھن حالات کو ایک معمولی واقعہ سمجھا۔ غلامی کے دور میں جب ہندوستان میں لوگ اپنی رائے کے اظہار سے خوفزدہ تھے مولانا جعفر تھانیسری کی آپ بیتی ایک اہم کتاب ثابت ہوئی۔ اس آپ بیتی میں جزائر انڈمان کے باشندوں کی تاریخ، اُن کے رسم و رواج، رہن سہن، مذہبی عقائد، تہوار اور اُس خطے کی آب و ہوا کا ذکر تفصیلاً ملتا ہے۔ گویا یہ کہا جاسکتا ہے کہ ”کالا پانی“، جعفر تھانیسری کی زندگی کا وہ مکمل باب ہے جس میں اُن کی مذہبی اور سیاسی زندگی کے حالات درج ہیں۔ ”کالا پانی“ کے شروع میں مصنف نے اس آپ بیتی کا سنہ تصنیف ۱۸۸۵ء لکھا ہے۔ جبکہ

آپ بیتی کے آخر میں سیکریٹری گورنمنٹ آف پنجاب کی طرف سے جاری کی گئی ایک چٹھی کا حوالہ اس طرح دیا گیا ہے:

”ہمارے ہندوستان میں واپس آنے کے بعد جو گرائی پولیس وغیرہ ہمارے اوپر مقرر ہوئی تھی اول تو بدمذہب اور وضمانت خود کپتان ٹمپل صاحب نے میرے اوپر سے اٹھوایا تھا اور بعد تبدیلی کپتان ٹمپل صاحب کے محض بہ تائید غیبی بلاسعی سفارش کسی بشر کے وہ احکامات نگرانی وغیرہ بذریعہ چٹھی نمبر ۱۸۸ مورخہ ۶ جنوری ۱۸۸۸ء منجانب سیکریٹری گورنمنٹ پنجاب بنام صاحب کمشنر قسمت دہلی میرے اوپر سے اٹھوایئے گئے۔“ (۶)

اس مراسلے کی تاریخ اور سنہ اشاعت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ”کالا پانی“ ۱۸۸۸ء کے لگ بھگ تکمیل کے مراحل تک پہنچی ہوگی۔ اس لحاظ سے عبدالمجید قریشی کی رائے کو فوقیت حاصل ہو جاتی ہے اور نواب صدیق حسن خان کی آپ بیتی اردو زبان میں لکھی گئی اولین آپ بیتی قرار پاتی ہے۔

۱۸۸۵ء ہی میں نواب اکبر علی خان (رئیس پاٹودی) کی بیٹی شہر بانو بیگم نے اپنی آپ بیتی ”بتی کہانی“ کے عنوان سے لکھی اور ۱۸۸۷ء میں اُسے دیباچے کے اضافے کے ساتھ کتابی شکل دے دی گئی۔ یہ آپ بیتی جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے دردناک حالات و واقعات کے تناظر میں لکھی گئی ہے۔ مصنفہ نے اپنے ذاتی حالات کے حوالے سے معلومات فراہم کرنے کے ساتھ اپنے خاندان کے احوال بھی رقم کیے ہیں۔ تحریر کا مرکز و محور زیادہ تر ۱۸۵۷ء کے اندوہ ناک حالات کو بنایا گیا ہے۔ اس سلسلے میں جن اہم اور تاریخی واقعات کو مصنفہ نے بیان کیا ہے اُن کی تصدیق متعدد عصری ماخذات سے ہو جاتی ہے۔ اُردو آپ بیتیوں کی تاریخ میں بالعموم اور اُردو کے نسائی ادب میں بالخصوص اس آپ بیتی کو اولین خودنوشت سوانح عمری ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ ”بتی کہانی“ کے مطالعہ سے اُس دور کے نسائی ادب کے معیار کا پتہ چلتا ہے اور مصنفہ کے اسلوب اور زبان و بیان کی خوبیاں نمایاں ہوتی ہیں۔ آپ بیتی میں بہت سے لفظ ایسے بھی استعمال ہوئے ہیں جو عہد حاضر میں متروک ہو چکے ہیں۔ اولاً یہ آپ بیتی سندھ یونیورسٹی کے مؤقر تحقیقی مجلے ”تحقیق“ (شمارہ ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹،

تحقیق میں ایک دریافت اور جنوبی ایشیاء کے نسائی ادب اور بالخصوص اُردو کے نسائی ادب میں ایک اہم اضافہ قرار دیا ہے۔ اس آپ بیتی کی تحقیق و ترتیب، متن اور تعلیقات کے ضمن میں ڈاکٹر معین الدین عقیل کی کاوشوں پر جامعہ کراچی نے جنوری ۲۰۰۳ء میں اُنہیں ڈی لٹ کی سندِ فضیلت عطا فرمائی۔ اس قدیم آپ بیتی کے دستیاب ہونے کی بابت ڈاکٹر معین الدین عقیل یوں رقمطراز ہیں:

”بیتی کہانی“ کے قلمی نسخے کا عکس راقم الحروف کو ڈاکٹر محمد ایوب قادری (۱۹۲۶ء-۱۹۸۳ء) کے ذاتی کتب خانے (کراچی) سے مرحوم کے فرزند سعید حسن قادری کی عنایت سے عطا ہوا تھا۔۔۔ مرحوم نے اپنے آخری ایام میں راقم سے اس خودنوشت کا ذکر تو کیا تھا لیکن عادتاً کبھی یہ نہ بتایا کہ اُنہیں اس کا مخطوطہ یا اس کا عکس کہاں سے دستیاب ہوا۔ اس خودنوشت کے ایک اہم کردار مرزا ایوب بیگ اور اُن کے خاندان کے بارے میں مجلہ تحقیق کے فاضل مدیر ڈاکٹر نجم الاسلام نے اس کے مذکورہ شمارے میں جو اضافی معلومات درج کی ہیں اُن سے یہ گمان کیا جاسکتا ہے کہ اُن کے خلاف میں سے جو افراد حیدرآباد سندھ اور کراچی میں مقیم تھے، یہ خودنوشت غالباً اُنہی میں سے کسی سے دستیاب ہوئی ہو۔“ (۷)

ڈاکٹر معین الدین عقیل کے تحریر کردہ تعلیقات و حواشی کیساتھ شہر بانو بیگم کی یہ آپ بیتی ادارہ علمی حیدرآباد (پاکستان) نے ۱۹۹۵ء میں شائع کی۔ حال ہی میں اس کا ایک ایڈیشن القمر انٹرنیشنل پرائز لاہور نے بھی شائع کیا ہے۔ اُردو کی اوّلین نسوانی خودنوشت ہونے کی حیثیت سے ”بیتی کہانی“ کو ایک خاص اہمیت حاصل رہے گی۔ قصہ مختصر، ابتداء سے لے کر موجودہ عہد تک اُردو میں جتنی بھی آپ بیتیاں لکھی گئی ہیں اُنہیں فنی و موضوعاتی اعتبار سے تین مختلف اقسام میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

- ۱۔ اُردو ادباء اور شعراء کی لکھی ہوئی آپ بیتیاں
- ب۔ غیر ادیب شخصیات کی لکھی ہوئی آپ بیتیاں
- ج۔ اُردو زبان میں ترجمہ شدہ آپ بیتیاں

آپ بیتیوں کی یہ تینوں اقسام اُردو کے نثری سرمائے میں شامل ہیں۔ تاہم آپ بیتی کسی بھی طبقے کے فرد کی ہو، جب تک اس میں ادبیت موجود نہ ہو کامیاب نہیں کہلا سکتی۔ آپ بیتی لکھنے والوں کی اکثریت نے اسے تخلیقی صنف کے طور پر زیادہ سنجیدگی سے نہیں دیکھا بلکہ اپنی یادداشتوں کو کسی نہ کسی حوالے سے اہم سمجھ کر ریکارڈ پر لانے کی کوششیں کی ہیں۔ اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ آپ بیتی میں توازن اور جرأتِ اظہار کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔ ایک اچھی آپ بیتی کے لئے ضروری ہے کہ مصنف تفاخر سے پرہیز کرے اور واقعہ کو واقعہ کے طور پر ہی بیان

کرے۔ اس ضمن میں قارئین بہترین منصف ہوتے ہیں جو سچے نقاد کی حیثیت سے آپ بیتی کی حیثیت کا تعین کرتے ہیں۔ اُردو ادب میں لکھی گئی آپ بیتوں میں چند ایک آپ بیتوں کے سوا کم و بیش تمام آپ بیتوں میں ضخامت بڑھانے کے لئے غیر متعلقہ مواد شامل کیا گیا ہے۔ سیمیناروں مذاکروں اور مشاعروں کی مفصل رودادیں بیان کر کے آپ بیتی نگاروں نے درحقیقت اپنے سوانحی حالات سے چشم پوشی کی ہے۔

مجموعی لحاظ سے دیکھیں تو صنفِ آپ بیتی پر بیسویں صدی کی چوتھی دہائی میں خاص توجہ دی گئی اور یہ صنف ہنوز ارتقاء کے مراحل سے گزر رہی ہے۔ اب تک شعراء، ادباء، ناقدین، علماء، سیاستدان، مؤرخین اور بعض خواتین نے اپنے افکار و نظریات کو اس صنف کے ذریعے قارئین تک پہنچایا ہے۔ کسی نے آپ بیتی میں اپنے پورے عہد کو نمایاں کیا ہے اور کسی نے محض ایک خاص دور کی تصویر کشی کی ہے، کسی نے اپنی ذات کو مرکز و محور بنا کر آپ بیتی لکھی ہے اور کسی نے اپنے احباب کے شخصی خاکوں کو آپ بیتی میں نمایاں جگہ دی ہے، کسی نے اپنی داستانِ حیات کو ناول اور افسانے کے روپ دیا ہے اور کسی نے اسے خوبصورت شعری آہنگ میں ڈھالا ہے۔ آپ بیتی کائن درحقیقت رنگارنگی اور تنوع کا حامل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ زبان و بیان کی خوبیوں اور اسلوب کے اعتبار سے اُردو ادب سے وابستہ شخصیات کی آپ بیتیاں ہی سوانحی ادب کا حقیقی سرمایہ قرار دی جاسکتی ہیں۔



حوالہ جات

- ۱۔ تحسین فراتی، ڈاکٹر، عبدالماجد ریابادی۔ احوال و آثار، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۹۳ء، ص ۴۱۸
- ۲۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، نشان جگر سوختہ، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۵ء، ص ۸
- ۳۔ وزیر آغا، ڈاکٹر، پاکستان میں اُردو ادب، مشمولہ راوی، لاہور، جلد ۸۰، واحد شمارہ، ۱۹۹۳ء، ص ۱۳۴
- ۴۔ سالک، علم الدین، آپ بیتیوں کے بعض نمایاں پہلو، مشمولہ نقوش، آپ بیتی نمبر، لاہور: ادارہ فروغ اُردو، ۱۹۶۴ء، ص ۵۴
- ۵۔ عبدالمجید قریشی، آپ بیتی اردو ادب میں، الزبیر، آپ بیتی نمبر، بہاولپور، ۱۹۶۴ء، ص ۳۲
- ۶۔ مولوی محمد جعفر تھانیسری، مشمولہ نقوش، آپ بیتی نمبر، لاہور: ادارہ فروغ اُردو، ۱۹۶۴ء، ص ۱۸۲
- ۷۔ معین الدین عقیل، ڈاکٹر، بیتی کہانی، مشمولہ ماہنامہ اخبار اُردو، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، مارچ ۲۰۰۷ء، ص ۷۳